ابیات العجم

یعنی

سوالاً و جواباً خلاصۃ الشعر العجم حصہ پنجم

مؤلفہ

جناب قریشی محمد منور وسیم بٹالوی ایڈیٹر رسالہ فلاح بٹالہ

و جناب خواجہ فیروز حسن صاحب بٹ ایم۔ اے۔ ایم۔ او۔ ایل کرتے تھے

حسب فرمائش

شیخ جان محمد اللہ بخش تاجران علوم مشرقی کشمیری بازار لاہور

قیمت ۱۲ر

مطبوعہ عالمگیر پریس لاہور۔ باہتمام حافظ محمد عالم پرنٹر

۱۹۳۲ء

فہرست کتب امتحانات علوم مشرقی پنجاب یونیورسٹی

منشی فاضل ۱۹۲۴ء

کتاب	اصلی	رعایتی
پرچہ (۱) دبیر عجم		
سمط الدرر (یعنی بی اے کورس)	۱۲ ار	۴ ار
عربی جدید (حصہ نثر)	عا ۱۲ ار	عا ۱۲ ار
شعر العجم حصہ چہارم	۸ ار	عہ
حصہ پنجم	ع	عہ ار
(۲) چہار مقالہ مع مقدمہ و حالات مصنف مطابق گب میموریل ایڈیشن (اعلیٰ قسم) مرتبہ خواجہ فیروز حسن ایم۔ اے۔	۱۲ ار	۹ ار
منشآت ابوالفضل دفتر اول و سوم	عہ ار	۱۲ ار
[illegible] اصفہانی	۲ ے	۳ ے
[illegible] جنیدی (مقالہ ۱۷-۱۸) تاریخ	عہ ار	۱۲ ار
و[illegible] نافعہ مع اردو ترجمہ	۱۰ ار	۸ ار
(۳) انتخاب قصائد از کلیات قاآنی	عہ ار	۱۴ ار
غزلیات نظیری	عہ ار	عہ ار
میخانہ عبدالنبی خان (حصہ ساقی نامہائے) مرتبہ اول	شہ ار	شہ ار

کتاب	اصلی	رعایتی
رباعیات باباطاہر معہ ترجمہ و حالات از سید محمد عبداللہ ایم۔ اے	۸ ار	۶ ار
رباعیات ابوسعید ابوالخیر معہ حالات و ترجمہ اردو از مولانا محمود حسن بابک اے ایچ پی۔ او۔ ٹی	عہ ار	۱۴ ار
(۴) تاریخ وصاف شروع کتاب سے تا اختتام جلوس ارغون (عربی عبارات و اشعار خارج)	عا ار	عہ ار
ہمایوں نامہ (معہ مقدمہ و ترجمہ اردو) از سید محمد عبداللہ ایم۔ اے	عہ ار	۱۲ ار
نوٹ:۔ اس پرچہ کے سوالات عبارتی و تاریخی دونو طرز پر ہوں گے		
(۵) اخلاق جلالی (رجسٹ نعمۃ جابج) مطبوعہ نولکشور (اعلیٰ)	عہ ار	عہ ار
گلشن راز از حضرت محمود شبستری	۸ ار	۵ ار
منطق الطیر از شیخ فرید الدین عطار	۱۲ ار	۱۰ ار
کشف المحجوب (تا اختتام احوال صوفیہ کرام) اعلیٰ خوشخط کاغذ سفید ڈمی	عا ۸ ار	عا ار

قصیدہ

(س) - ایرانی شعراء نے شاعری کی کس موضوع سے ابتدا کی اور کیوں؛
(ج) ایرانی شعراء نے سب سے پہلے قصیدہ گوئی سے ابتدا کی جس کے دو سبب ہیں۔
(۱) جس زمانہ میں شاعری کا آغاز ہوا - عرب کی شاعری بھی مدحیہ قصائد پر محدود تھی - لہذا ایرانی شعرا نے بھی انہی کی تقلید کی -
(۲) صلہ اور انعام کی توقع صرف قصیدہ ہی سے ہو سکتی تھی لہذا قصیدہ سے ہی ابتدا ہوئی -
(س) عرب میں مدحیہ قصائد کا کیا انداز تھا -
(ج) قصیدہ کا انداز حسب ذیل تھا -
(۱) تشبیب یعنی تمہید میں عشقیہ اشعار ہوتے تھے -
(۲) تخلص یا گریز یعنی تشبیب کے بعد کسی تقریب سے ممدوح کا ذکر کرتے تھے
(۳) مدح تخلص کے بعد ممدوح کی تعریف کرتے -
(۴) آخر میں دعائیہ اشعار ہوتے اور اسی پر خاتمہ ہوتا -
(س) فارسی قصیدہ گوئی کا کیا انداز تھا -
(ج) فارسی شعرا نے سراپا ہی عربی قصائد کی تقلید کی -
(س) عربی فارسی قصیدہ کا حسن معیار کیا تھا -

(ج) قصیدہ کے حسن کا معیار تین چیزیں سمجھی جاتی تھیں۔

(۱) مطلع یعنی قصیدہ کا پہلا شعر کس شان کا ہے۔
(۲) تخلص یعنی ممدوح کا ذکر بظاہر بلا قصد کیا گیا۔ گویا بات میں بات پیدا ہو گئی ہے۔
(۳) مقطع یعنی خاتمہ کس عمدگی سے کیا گیا ہے۔

(س) ادوار قصیدہ گوئی بیان کرو۔
(ج) قصیدہ گوئی کے تین دور ہیں۔ جن کی خصوصیات علانیہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔

(۱) قدما۔ (۲) متوسطین۔ (۳) متاخرین۔

(س) قدما کے زمانہ کی خصوصیات کیا ہیں۔
(ج) قدما کے زمانہ کی خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) تکلف مبالغہ اور آورد نہ تھی۔ سادہ اور صاف خیالات کو سادہ لفظوں میں ادا کر دیتے تھے۔
(۲) زیادہ تر الفاظ کی صنعت گری پر مدار تھا جس کی متعدد صورتیں تھیں۔
(الف) ایک مصرع میں جو الفاظ آتے تھے۔ دوسرے مصرع میں بھی اکثر انہیں کے مترادف الفاظ آتے تھے۔ (ب) اس سے بڑھ کر یہ کہ ہموزن بلکہ اکثر ہم قافیہ الفاظ لاتے تھے۔ مثلاً

اے منور بتو نجوم جمال   وے مقرر بتو رسوم کمال

(ج) معزی اور عبد الواسع جبلی اکثر قصیدوں میں لف و نشر کا التزام کرتے ہیں اور بعض قصیدوں میں اس کے ساتھ صنعت اعداد بھی شامل کر دیتے ہیں۔
(د) قدما کے کلام میں مرادف الفاظ اور مختلف اقسام کی لفظی صنعت گری کو

کی کثرت سے جی اکتا جاتا ہے۔ بتاؤ اس عمل میں سب سے پہلے کس نے تبدیلی کی۔

(ج) غالباً سب سے پہلے اس طرز میں کسی قدر تبدیلی انوری نے کی اس نے الفاظ کے خاص ناپ تول کو کم کیا۔ اور بہت سے سادہ اشعار لکھے جن میں لفظی خصوصیات کی رعایت نہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی مضمون آفرینی پر توجہ کی جس سے الفاظ کی بندش کی قدر کم ہوئی۔ اور خیال دوسری طرف رجوع ہو سکا۔

(س) ظہیر فاریابی نے قصیدہ گوئی میں کیا کیا جدتیں پیدا کیں؟ (منشی عالم پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۰ء)

(ج) ظہیر نے رقت آفرینی اور مضمون بندی کا آغاز کیا۔ متوسطین اور متاخرین کی دقیق خیال بندیاں اسی کے نمونہ پر قائم ہیں۔ گویا متاخرین اور متوسطین کے مخصوص اوصاف کا ظہیر ہی بانی تھا۔

(۲) ترکیب اور بندش میں چستی بلندی اور زور پیدا کیا۔ چنانچہ اس وصف میں کمال اسمٰعیل اور سلمان ساوجی بھی اس سے آگے نہ بڑھ سکے۔

(۳) زبان میں زیادہ صفائی اور گھلاوٹ پیدا کی۔ چنانچہ اس کے قصائد نے انوری اور خاقانی کی طرح کبھی شرح نویسی کا احسان نہیں اٹھایا۔

(۴) اکثر نازک اور لطیف تشبیہیں ایجاد کیں۔

(س) ظہیر کی مختصر سوانح عمری بتاؤ؟ (منشی عالم ۱۹۳۰ء پنجاب)

(ج) ظہیر فاریاب کا جو ترکستان کا ایک شہر ہے رہنے والا تھا۔ علوم درسیہ میں کمال پیدا کیا۔ چنانچہ قوم کی زبانی صدر الحکما کا لقب ملا۔ شاعری کے آغاز میں نیشاپور آیا اور طغان شاہ بن موید کی مداحی کی۔ پھر ماژندراں گیا۔ اور یہاں کے سلاطین کی مدح میں قصائد لکھے۔ بالآخر آذربائیجان پہنچ کر جہاں پہلوان محمد یلدگز کے درباریوں میں رسائی حاصل کی۔ اس نے ظہیر کی نہایت

قدر دانی کی۔ اس کے مرنے کے بعد قزل ارسلان کی مداحی کی۔ بالآخر کسی بات پر قزل ارسلان سے ناراض ہوا اور اتابک ابو بکر بن جہان پہلوان محمد یلدگز کے درباریوں میں داخل ہوا۔ آخر میں ظہیر نے ترک دنیا اختیار کیا۔ اور تبریز میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا۔ ۵۶۸ ہجری میں وفات پائی۔ اور خاقانی کے پہلو میں مدفون ہوا۔ دولت شاہ نے سن ولادت ۵۵۸ ہجری لکھا ہے۔ ظہیر خاقانی اور انوری کا ہم عصر تھا۔

(س) ظہیر کے زمانے میں کس شاعر نے قصیدہ گوئی میں زیادہ شہرت حاصل کی۔

(ج) ظہیر کے عہد میں ہی خاقانی نے قصیدہ گوئی میں بہت شہرت حاصل کی اور ایک خاص طریقہ ایجاد کیا جس کی کسی نے تقلید نہیں کی۔

(س) خاقانی کی سوانح حیات قلمبند کرو۔

(ج) خاقانی کا وطن شروان تھا۔ اصلی نام ابراہیم افضل الدین بن علی باپ بڑھئی تھا اسی بنا پر ابو العلا گنجوی نے کہا ہے ؎

درو گر پسر بود نام شرواں ۔۔۔ بخاقانیت من لقب بر نہادم

ابتدا میں تمام علوم درسیہ کی تحصیل کی۔ پھر شاعری کا شوق پیدا ہوا۔ ابو العلا گنجوی کی شاگردی اختیار کی۔ اور حقائقی تخلص رکھا۔ جب شاعری میں کمال پیدا ہوا۔ تو رئیس شروان خاقان کبیر منوچہر خان کے دربار میں رسائی حاصل کی۔ اس نے نہایت قدر دانی کی۔ اور حکم دیا کہ ہر قصیدے پر ہزار اشرفی انعام دی جائیں۔ آخر میں ترک دنیا اختیار کرنا چاہا لیکن شروان شاہ کی اجازت نہ تھی۔ مجبوراً ایک دن چھپ کر نکل گیا بادشاہ کو خبر ہو گئی۔ خاقانی بیلقان تک پہنچ چکا تھا سرکاری آدمیوں نے وہیں گرفتار کر لیا۔ اور اس جرم میں شاہران کے قلعہ میں قید کیا گیا۔ مگر یہ واقعہ خلاف روایت ہے۔ اصلی وجہ یہ ہے۔ کہ

ملک الوزرا خواجہ جمیل الدین موصلی نے خاقانی کو ایک انگوٹھی دی تھی۔ جس کے نگینہ پر اسم اعظم کندہ تھا۔ اور عہد لیا تھا۔ کہ کسی کو نہ دینا۔ شیروان شاہ نے خاقانی سے یہ انگوٹھی طلب کی اور اُس نے انکار کیا۔ اس گستاخی اور نافرمانی کی پاداش میں قید ہوا۔ سات ماہ کے بعد بادشاہ کی ماں نے سفارش کی۔ اور قید سے نجات ملی۔ شکرانہ میں حج کا قصد کیا۔ جب حج سے واپس آیا عراق میں قیام کیا۔ بادشاہ نے طلبی کا فرمان بھیجا۔ لیکن خاقانی شاہی تعلقات سے سیر ہو چکا تھا۔ معذرت کا قصیدہ لکھ کر بھیج دیا۔ چند روز قزل ارسلان کے پاس رہا۔ بالآخر تبریز میں گوشہ نشین ہو گیا۔ اور وہیں وفات پائی۔ تبریز میں سرخاب ایک مقام ہے وہاں مدفون ہوا۔ سن وفات اکثر تذکروں میں ۵۸۲ ہجری ہے۔ لیکن حبیب السیر سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ۵۹۰ تک زندہ رہا۔ خاقانی نے شاعری ابو العلا گنجوی سے سیکھی تھی مگر نامعلوم کس وجہ سے استاد شاگرد میں ان بن ہو گئی۔ یہاں تک کہ آپس میں ایک دوسرے کی نہایت فحش ہجویں لکھیں۔ ابو العلا گنجوی کہتا ہے۔

بینی سگ گنجہ راد رین کو   ہم زرد قضا و ہم سیہ رُو

رشید الدین وطواط خاقانی کا معاصر اور نہایت ہی محبت والا تھا۔ اس کی مدح میں ایک سیر حاصل قصیدہ لکھا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

اگر بکوہ رسیدے روایت سخنش   زہے رشید جواب آمدے بجائے صدا

خاقانی کی اس سے بھی نہ نبھ سکی۔ اور نہایت فحش ہجو لکھی۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ خاقانی سے کسی کو شکایت کا حق نہیں۔ وہ خود اپنی مدح میں فرماتے ہیں

شبہت خوانویسم تہمت حاجو نہم

چادر مریم رباایم پردۂ زہرہ دریم

تمام شعرا خاقانی کا نام نہایت عزت سے لیتے تھے۔

(س) خاقانی کے کلام کی خصوصیات کیا ہیں؟ (پنجاب یونیورسٹی منشی عالم سنہ ۱۹۳۱ء)

(ج) (۱) اپنے کلام میں مختلف علوم و فنون کی اصطلاحیں اور تلمیحات و اشارات بکثرت لاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب تک کوئی شخص تمام علوم و فنون سے واقف نہ ہو اس کے کلام کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتا۔

(۲) یہ بات تعریف کے قابل ہے۔ کہ خاقانی دیگر معاصرین کے خلاف واقعہ نگاری پر مائل ہے۔ اکثر قصیدے خاص خاص واقعات پر لکھے ہیں۔ اور ان قصائد میں جہاں واقعات کی تصویر کھینچی ہے۔ وہاں شاعرانہ تخیل کا رنگ بھی چڑھایا ہے۔ جس سے کلام میں تاثیر پیدا ہو گئی ہے۔ چنانچہ حج کے سفر میں جب مدائن سے گذرتے ہوئے طاق قصریٰ کو شکستہ حالت میں دیکھ کر نہایت پُرجوش اور پُردرد قصیدہ لکھا ہے۔ جس کے چند اشعار یہ ہیں ؎

ہاں اے دل عبرت بیں از دیدہ نگہ کن ہاں
ایوان مدائن را آئینۂ عبرت داں

گویا تو ز خاکی ما خاک تو ایم اکنوں
گامے دو سہ بر ما نہ اشکے دو سہ ہم بفشاں

(۳) خاقانی کئی کئی سو شعروں کے قصیدے لکھتا ہے اور کہیں زورِ طبع کم نہیں ہوتا۔ مشکل اور دشوار گذار ردیفوں میں بڑے بڑے قصیدے لکھے ہیں۔ لیکن خواص کلام میں مطلق فرق نہیں آتا۔

(س) قدما کے دور کا آخری شاعر کون تھا؟

(ج) قدما کے دور کا آخری شاعر کمال اسمٰعیل تھا۔ جس نے خاقانی کے قصیدہ کو بہت ترقی دی۔

(س) قدما کے دور کے ممتاز شعرا کے نام لکھو؟

(ج) قدما کے دور کے مشہور شعرا حسب ذیل ہیں۔
(۱) ابوالفرح رونی (۲) عبدالواسع جبلی (۳) میر معزی نیشاپوری (۴) ازرقی (۵) رشید الدین وطواط۔ (۶) انوری (۷) ظہیر (۸) خاقانی (۹) نظامی (۱۰) کمال اسمٰعیل۔

(س) قدما کے دور کے اختتام پر قصیدہ گوئی کی کیا حالت ہوئی اور کیوں؟

(ج) قصیدہ میں رفتہ رفتہ جو ترقی ہوتی جاتی تھی (یعنی الفاظ کی بندش سے نکل کر مضمون آفرینی اور سادہ گوئی کی طرف عام میلان ہوتا جاتا تھا) یکلخت بند ہو گئی۔ کیونکہ ہنگامۂ تاتار نے دفعتہً وہ سارا دفتر الٹ دیا۔ ممدوح نہ رہے تو مداح خواں کہاں سے آتے اگرچہ ہلاکو کا پوتا اسلام لایا اور مدتوں حکومت اس خاندان میں رہی مگر ان کا دربار شاعرانہ لطافت سے خالی تھا۔

(س) ہنگامہ تاتار کی وجہ سے کتنی مدت تک قصیدہ گوئی کی ترقی بند رہی اور اس اثنا میں کونسا مشہور شاعر ہوا؟

(ج) غرضیکہ تین سو سال تک سلمان کے سوا کوئی مشہور قصیدہ گو پیدا نہیں ہوا۔

(س) قصیدہ کی پست حالت کے بعد اس کی ترقی کا باب دوبارہ کب کھلا؟

(ج) سلاطین صفویہ نے نئے انداز سے دربار سجایا تو پھر اس قالب مردہ میں جان آئی۔ حسین ثنائی۔ محتشم کاشی۔ سنجر کاشانی وغیرہ نے قصیدہ کو بہت ترقی دی۔ عرفی نے اس زمین کو آسمان تک پہنچا دیا۔ اس نے الفاظ کی شان وشوکت اور ترکیبوں کی چستی کے ساتھ سینکڑوں گوناگوں مضامین پیدا کئے۔ نئے نئے الفاظ کی تمہیدیں لکھیں۔ مضمون آفرینی اور مبالغہ کو جو متاخرین کا

مایہ ناز ہے۔ اس قدر ترقی دی کہ اس سے زیادہ خیال میں نہیں آسکتا محتشم کے قصائد میں اگرچہ الفاظ کی شان وشوکت اور زور آوری نہیں ہے لیکن اور اوصاف میں وہ شعرائے اکبری سے کم رتبہ نہیں۔ خصوصاً تمہیدیں نئی نئی پیدا کی ہیں۔

(س) دور متوسطین کے مشہور شعرا کے نام بتاؤ؟

(ج) سلمان ساوجی۔ حسین ثنائی۔ محتشم کاشی۔ سنجر کاشانی۔ علی قلی سلیم عرفی کلیم۔ محمد جان قدسی۔ طالب آملی۔ وغیرہ ہیں۔

(س) اکبری دور کے شعرا کا نام قلمبند کرو؟

(ج) اکبری دور کے شعرا میں سے نظیری اور عرفی سب سے ممتاز اور مشہور ہیں۔

(س) اکبری دور کے شعرا کے بعد قصیدہ کو کس نے ترقی دی۔

(ج) اس دور کے بعد طالب آملی اور محمد جان قدسی نے قصیدہ کو بہت ترقی دی۔

(س) محمد جان قدسی کا مختصر حال لکھو؟

(ج) قدسی مشہد کا رہنے والا تھا۔ ۱۰۴۲ھ میں ہندوستان آیا۔ اور شاہجہان کے دربار میں پہنچا۔ ۱۰۴۵ھ میں ایک قصیدہ کے صلے میں شاہجہان نے حکم دیا۔ کہ چاندی کے ساتھ تلوا دیا جائے چنانچہ اس کے برابر ۵۵۰۰ روپے ہوئے یہ رقم انعام ملی۔ ۱۰۵۴ھ میں جب جہاں آرا بیگم نے شفا پائی قدسی نے مبارکباد پیش کی تو خلعت اور ۲۰۰۰ روپے عنایت ہوئے۔ ایک قصیدہ پر سات دفعہ جواہرات سے منہ بھرا گیا۔ ۱۰۵۶ھ میں وفات پائی۔ شاہجہان کے دربار میں ملک الشعرا کا خطاب اول قدسی ہی کو ملا تھا۔

(س) شبلی نعمانی نے قدسی کے کلام کے متعلق کیا لکھا ہے۔

(ج) شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ متاخرین جس کو مضمون آفرینی کہتے ہیں اس قدسی

نے اس کے دریا بہا دیئے ہیں۔

(س) قدسی کے کلام کی خصوصیات قلمبند کرو؟

(ج) ۱۔ قدسی تمام انواع سخن پر قادر تھا۔ قصائد کثرت سے لکھے ہیں۔ مثنویاں متعدد ہیں، غزل کا دیوان مختصر ہے لیکن جس قدر ہے انتخاب ہے۔

(س) قدسی کے بعد کن شعرا نے قصیدہ گوئی کو ترقی دی؟

(ج) قدسی کے بعد طالب آملی کلیم۔ علی قلی سلیم وغیرہ نے قصیدہ کو ترقی دی۔ اگرچہ ان شعرا کے دور میں قصیدہ کی شان و شوکت میں فرق آگیا، مگر رنگینئ مضمون آفرینی جدت تشبیہات و استعارات کو بہت ترقی ہوئی۔

(س) دورِ متوسطین کے اخیر پر قصائد کی کیا حالت ہوگئی؟

(ج) تکلف اور عیش پرستی کی روز افزوں ترقی سے اخیر میں قصائد غزل بن کر رہ گئے۔ نکتہ دانوں کو آخر کار قصیدہ گوئی بلکہ شاعری کے حضیض کا اندازہ ہوا۔

(س) دورِ متوسطین کے بعد شاعری کے حضیض کا احساس سب سے پہلے کس کو ہوا اور اس کا کیا نتیجہ نکلا؟

(ج) سب سے پہلے مشتاق اصفہانی کو شاعری کے تنزل کا احساس ہوا۔ اس کے ہم بزم بھی اس کے خیالات سے متاثر ہوئے۔ چنانچہ لطف علی آذر اور سید احمد ہاتف وغیرہ نے قدما کا تتبع شروع کیا۔ اور ایک دور جدید پیدا کر دیا۔ جو دورِ متاخرین کے نام سے موسوم ہوا۔ آخر کار جس نے ترقی کرتے کرتے قاآنی جیسا قادر الکلام پیدا کر دیا جس سے قدما کا دور دورہ واپس آگیا۔

(س) قاآنی کی مختصر سوانح حیات لکھو۔

(ج) قاآنی کا نام مرزا حبیب ہے۔ باپ بھی شاعر تھے گلشن تخلص کرتے تھے، قاآنی شیراز میں پیدا ہوا۔ علوم درسیہ کی تحصیل کی پھر شاعری اختیار کی۔ اور

شجاع السلطنت کی مداحی کرتا رہا۔ جب زیادہ شہرت حاصل کی۔ تو شاہی دربار میں پہنچا۔ محمد شاہ اور ناصر الدین قاچار نے اس کی نہایت قدردانی کی ۱۲۷۰ھ میں وفات پائی۔

(س) شبلی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ نے قاآنی کے قصائد کے متعلق کیا رائے زنی کی ہے

(ج) شبلیؒ فرماتے ہیں کہ قاآنی کے تمام قصیدے قدما یعنی فرخی منوچہری، سنائی اور خاقانی کے جواب میں ہیں۔ الفاظ کی بہتات مرادف الفاظ کا اجتماع صنعت ترصیع اور لف ونشر جو قدما کے خصائص ہیں ان باتوں میں قدما کا ہمعصر ہے۔ بایں ہمہ جو قدرت کلام روانی اور صفائی اس کے کلام میں ہے قدما کے کلام میں بھی نہیں۔

(س) قاآنی کے کلام کی خصوصیات معہ امثلہ قلمبند کرو؟ پنجاب یونیورسٹی منشی عالم ۱۹۳۲ء

(ج) تشبیہات اکثر نیچرل ہوتی ہیں۔ مثلاً

دو زلف تابدار او بہ چشم اشک بار من
چو چشمۂ کہ اندرو شنا کنند مارہا

۲۔ واقعہ نگاری میں کوئی شاعر بھی اس کے رتبہ کا نہیں ہوا۔ وہ طول طویل واقعات لکھتا ہے۔ ایک ایک جزئیات ادا کرتا ہے اور پھر سلاست صفائی اور روانی میں مطلق فرق نہیں آتا۔ ایک قصیدہ کے چند شعر ملاحظہ ہوں۔

ماہِ رمضان آمد اے ترک سمن بر
برخیز و مرا سبحہ و سجادہ بیاور
و اسباب طرب را ببر از مجلس بیرون
زاں پیش کہ ناگاہ ثقیلے رسد از در (شعر العجم حصہ ۵ ص ۱۶)

۳۔ قدما کے جو الفاظ سینکڑوں برس سے متروک ہو گئے تھے اور شعر کے ترک

شدہ زحافات بھی قاآنی بے تکلف استعمال کرتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ قاآنی کا طرز تمام ایران پر چھا گیا۔

(س) جب دور متوسطین کی شاعری میں انقلاب برپا ہوا۔ اور قاآنی کی بدولت مذاق شاعری درست ہو کر قدما کا دور واپس آگیا تو اس وقت ہندوستان کی کیا حالت تھی؟

(ج) یہ عجیب بات ہے کہ ایران کے انقلاب کی اگرچہ ہندوستانیوں کو خبر بھی نہ تھی لیکن خود بخود یہاں بھی انقلاب پیدا ہو گیا۔ یعنی مذاق شاعری جو ناصر علی وغیرہ کی بدولت سینکڑوں برس سے بگڑا چلا آتا تھا درست ہو چلا مرزا غالب نے شاعری کا اندازہ بالکل بدل دیا۔ ابتدا میں وہ بھی بیدل کی پیروی کی وجہ سے غلط راستہ پر پڑے ہوئے تھے لیکن عرفی نظیری طالب آملی۔ ابو طالب کلیم کی پیروی نے ان کو سنبھالا، انہوں نے قصیدہ میں متوسطین اور قدما کی روش اختیار کی، اگرچہ اکثر قصائد میں متاخرین کی بدعتیں بلکہ خامیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن آخر میں سب کج پیچ نکل گئے۔ اور بالکل اساتذہ کا رنگ آگیا۔ ان کی طبیعت میں اجتہاد اور جدت کا مادہ نہایت شدت سے تھا، اس لئے قدما کی پیروی کی وجہ سے اگرچہ نہایت احتیاط کرتے تھے تاہم اپنا خاص انداز بھی نہیں چھوڑتے۔

(س) قصائد سے کیا کام لیا گیا؟ (امتحان منشی عالم پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۳ء)

(ج) قوموں کا بننا۔ ابھرنا۔ ان کے جذبات کا تازہ اور مشتعل ہوتے رہنا۔ اس بات پر موقوف ہے۔ کہ ان کے اوصاف کی صحیح داد دی جائے۔ ان کے کارنامے نمایاں اور اجاگر کئے جائیں۔ قصیدہ درحقیقت اسی کام کے انجام دینے کا ایک آلہ تھا۔ عمدہ اوصاف شریفانہ اخلاق اور جذبات کو

قوم میں پھیلانا ہو تو اس کا سب سے عمدہ طریقہ یہ ہے۔ کہ ان کی محسوس اور زندہ مثالیں پیش کی جائیں۔ اس بنا پر قصیدہ جس کا اصلی موضوع مدح ہے بڑے کام کی چیز ہے۔

(س) قصیدہ کے لئے کیا کیا شرائط ہیں۔

(ج) (۱) جس کی مدح کی جائے وہ درحقیقت مدح کے قابل ہو۔

۲۔ مدح میں جو کچھ کہا جائے وہ سچ ہو۔

۳۔ مدحیہ اوصاف اس انداز سے بیان کئے جائیں۔ کہ جذبات کو تحریک ہو۔

(س) (امتحان منشی عالم پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۰ء) ایران اور عرب کی قصیدہ گوئی کا مقابلہ کرو۔ نیز بتاؤ کہ فارسی قصائد میں کن اوصاف کی کمی رہی ہے؟

(ج) ۱۔ فارسی قصائد میں یہ تینوں شرطیں یعنی (۱) جس کی مدح کی جائے وہ درحقیقت مدح کے قابل ہو۔ (۲) مدح میں جو کچھ کہا جائے وہ سچ ہو۔ (۳) مدحیہ اوصاف اس انداز سے بیان کئے جائیں کہ جذبات کو تحریک ہو۔ کبھی جمع نہیں ہوئیں، یا تو ایسے لوگوں کی مدحیں لکھی گئی ہیں جو سرے سے مدح کے قابل ہی نہ تھے، یا تھے تو ان کے واقعی اوصاف نہیں لکھے گئے، بلکہ تمام قوت مبالغہ اور غلو میں صرف کردی گئی ہے۔ اکبر، خانخاناں۔ شاہجہان، کے سینکڑوں معرکے تاریخی یادگار ہیں۔ جن کے بیان سے مردہ دلوں میں جنبش پیدا ہوسکتی ہے۔ اور عرفی، نظیری۔ فیضی وغیرہ نے ان لوگوں کی مدح میں سینکڑوں پرزور قصائد لکھے ہیں مگر ان معرکوں کا کہیں ذکر تک نہیں آیا۔ اس کے مقابلے میں عرب کی شاعری پر نظر ڈالو۔ اول تو عرب کسی کی شاعرانہ مدح کرنا عار سمجھتے تھے اور مدح کرتے تو صلہ لینا گوارا نہ کرتے۔ پھر جو کچھ کہتے تھے

سچ کہتے تھے، عرب کے اکثر شعرا اسی وقت قصیدہ لکھتے تھے جب ممدوح کوئی معرکہ سر کرتا۔ اور وہ قصیدے معرکہ کی پوری تاریخ ہوتے تھے اور معرکۂ جنگ کا پورا نقشہ ہوتے تھے۔

۲۔ قصیدوں میں اکثر اپنے ذاتی اور واقعی کارناموں کا ذکر اور اس پر فخر کا اظہار کرتے تھے، شعرائے فارس اس کے مقابلے میں کسی بات پر فخر نہیں کر سکتے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ ہم اقلیم سخن کے بادشاہ ہیں۔ مضامین ہمارے سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

۳۔ مختلف شاعرانہ مضامین کے لئے قصیدہ بہت وسیع میدان ہے، مثنوی کے لئے مسلسل طول طویل قصہ کی ضرورت ہے۔ غزل میں چھوٹے چھوٹے مفرد خیال ادا کئے جاتے ہیں۔ باقی ہر قسم کے مضامین جو ان دونوں قسموں کے بین بین ہیں وہ صرف قصیدہ کے ذریعہ سے ادا کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً کوئی دوست جدا ہو رہا ہے۔ کوئی مؤثر منظر نظر سے گذرا۔ کسی نے ناموری کا کام کیا۔ کسی گروہ کے معاشرت و تمدن کی تصویر کھینچنا ہے۔ عرب کے قصائد انہی مضامین سے مملو ہیں۔ بنا بریں جذبات سے لبریز ہیں۔ بخلاف اس کے ایران میں اس صفت سے کبھی یہ کام نہیں لیا گیا۔

(س) کہا جاتا ہے کہ قصیدہ گوئی نے قوم میں ذلت پرستی اور خوشامد پیدا کر دی ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے۔

(ج) ۱۔ چونکہ مادح اور ممدوح دونو بلکہ تمام لوگ جانتے تھے۔ کہ یہ مدح مبالغہ اور لفاظی کے سوا اور کچھ نہیں۔

۲۔ یورپ میں آج کل قاعدہ ہے۔ کہ بڑے سے بڑا معزز شخص بھی کسی عام آدمی کو خط لکھتا ہے۔ تو خط کے اخیر میں لکھتا ہے۔ آپ کا فرماں بردار خادم

لیکن چونکہ معلوم ہے کہ یہ محض ایک رسم تحریر ہے، اس لئے اس سے قوم میں خوشامد اور ذلت پرستی کا وصف بد پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح قصائد میں ممدوح کو جو آسمان بلکہ قضا و قدر سے بالاتر بتاتے تھے۔ تو ہر شخص سمجھتا تھا کہ نری شاعری ہے۔ اصلیت سے اس کو کچھ علاقہ نہیں۔

(س) بعض لوگوں کا خیال ہے۔ کہ قصیدہ گوئی بالکل بیکار گئی۔ کیا یہ درست ہے یا غلط؟

(ج) اگرچہ قصیدہ گوئی سے اصلی کام نہیں لیا گیا تاہم یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ ہزار برس کی مستقل زور آوری اور طباعی بالکل بے کار گئی بلکہ شاعری کو قصیدہ گوئی نے بہت ترقی دی جیسا کہ:۔

۱۔ قصیدہ کی ایک خاص زبان بن گئی۔ یعنی بندش میں چستی اور زور الفاظ متین اور پرُ شان۔ خیالات میں بلندی اور رفعت پیدا کر دی۔ اس سے یہ فائدہ ہوا کہ آج اگر قومی اور ملکی مضامین لکھنا چاہیں۔ تو قصائد کی زبان ان خیالات کے ادا کرنے کے لئے پہلے سے طیار ہے۔

۲۔ شعراء مدح کرتے کرتے تھک گئے تھے اس لئے انہوں نے خیالات کے اظہار کے لئے مختلف راہیں اختیار کیں۔ مثلاً تمہید میں غزل کے بجائے طرح طرح کے مضامین داخل کئے۔ اسدی طوسی نے یہ خاص روش اختیار کی کہ قصائد کی تمہید میں مناظرات قائم کئے۔ یعنی دو چیزوں کو لے کر ان کی زبان سے ان کے فضائل بیان کئے۔

۳۔ اکثر شعراء نے پند و موعظت و حکمت کے مضامین قصائد میں ادا کئے یہ قصائد انہی مضامین کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ان میں کسی کی مدح و ستائش نہیں ہے مثلاً اوحدی، سعدی، امیر خسرو، خاقانی اور جامی کے بہت سے قصائد انہی مضامین پر ہیں۔

باب دوم

غزل یا عشقیہ شاعری

(س) ایران میں دیگر اصنافِ سخن کی نسبت صنفِ غزل کو بہت زیادہ ترقی ہوئی - اس کی وجہ بیان کرو؟

(ج) عشق و محبت انسان کا خمیر ہے اس لئے کوئی قوم عشقیہ شاعری سے خالی نہیں۔ لیکن ایران اس خصوصیت میں تمام دُنیا ممالک سے بڑھا ہوا ہے کیونکہ یہاں مدت دراز کے تمدن جاہ و ثروت عیش و عشرت نے انسانی جذبات کو نہایت لطیف اور زود اشتعال بنا دیا تھا، بایں ہمہ ملک ایران حُسن وجمال میں بھی سب سے بڑھ کر تھا۔ اس پر طرہ یہ کہ ملک کی آب و ہوا۔ باغ و راغ انہار و دریا۔ گل و بر دماغوں کو ہمہ وقت مخمور و مسرور رکھتے تھے، اس لئے ذراسی تحریک سے شعلۂ عشق بھڑک اٹھتا تھا۔ اور دل و دماغ کو آتش فشاں بنا دیتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر عشقیہ شاعری کو ترقی ہوئی۔ دیگر اصنافِ سخن کو نہیں ہوئی۔

(س) فارسی شاعری میں غزل کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ (پنجاب یونیورسٹی منشی عالم ۱۹۳۱ء)

(ج) ایران میں ابتداءً غزل جوشِ طبع سے نہیں بلکہ اقسام شاعری کے پورا کرنے کی غرض سے وجود میں آئی۔ قصیدہ کی ابتدا میں عشقیہ اشعار کہنے کا دستور تھا۔ اس حصہ کو الگ کر لیا تو غزل بن گئی۔

(س) فارسی شاعری کا آدم کون ہے۔ اس کے زمانہ میں غزل کی کیا

حالت تھی ۔ نیز اس کی مختصر سوانح حیات لکھو ۔

(ج) فارسی شاعری کا آدم رودکی خیال کیا جاتا ہے ۔ اس کے عہد میں صنف غزل مستقل طور پر وجود میں آ چکی تھی ، رودکی نے ۳۰۴ھ میں وفات پائی لہٰذا اس کا کلام تیسری صدی کی یادگار سمجھنا چاہیئے ۔

(س) چوتھی صدی کا سب سے بڑا شاعر کون تھا ، اس کے کلام کا نمونہ پیش کرو ؟

(ج) چوتھی صدی کا سب سے بڑا شاعر دقیقی تھا ۔ اس کی ایک بہاریہ غزل ہے ۔ جو سو برس بعد کی ترقی کا نمونہ ہے ۔ غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں ۔

درافگند اے صنم بہشتی زمیں را خلعت اُردی بہشت

ترجمہ :۔ بہشتی بادلوں نے زمین کو بہار کا خلعت پہنا دیا ۔

جہاں طاؤس گونہ گشت کوئے بجائے نرمی و جائے درشتی

ترجمہ :۔ دنیا طاؤس بن گئی ۔ کہیں نزاکت ہے اور کہیں سختی ۔

(س) غزل اور قصیدہ میں کیا فرق ہے ؟

(ج) غزل گو قصیدہ سے الگ چیز ہے ۔ مگر غور سے دیکھو تو اس زمانہ کی غزل کا اصلی عنصر قصیدہ ہے ۔ قصیدہ میں ممدوح کی تعریف ہوتی ہے ۔ غزل میں معشوق کی ۔ قصیدہ میں ممدوح کی جود وسخا جبروت و اقتدار عدل و انصاف کی تعریف کرتے تھے ۔ اور غزل میں محبوب کے حُسن و جمال ناز و ادا جور و جفا کا بیان ہوتا تھا ۔

(س) غزل نے ایک مدت تک کوئی ترقی نہیں کی اس کی وجوہات قلمبند کرو ۔

(ج) غزل کی ترقی بند رہنے کے مختلف اسباب تھے ۔

۱۔ شاعری کا کمال قصیدہ گوئی سمجھا جاتا تھا۔ قصیدہ ہی میں ہر قسم کی قادر الکلامی ترجیع و امتیاز کا موقعہ مل سکتا تھا۔

۲۔ دربار میں قصیدہ گویوں پر زر و جواہر کی بارش ہوتی تھی۔

۳۔ جشن وغیرہ کے موقع پر دھوم دھام کے قصائد لکھنے پڑتے تھے۔ اور مسابقت کے جوش میں زورِ طبع دکھانا پڑتا تھا۔

۴۔ غزل کی تحریک عشق و محبت کے جذبات سے ہوتی ہے۔ لیکن ایران میں مدت تک جنگی جذبات کا زور رہا۔ لہٰذا غزل کی ترقی رُکی رہی۔

(س) غزل کی ترقی کب سے شروع ہوتی ہے؟

(ج) غزل کی ترقی تاریخ تصوف سے شروع ہوتی ہے۔ تصوف کا تعلق تمام تر جذبات اور واردات سے ہے۔ اس کی تعلیم کی ابجد عشق و محبت سے ہے تصوف کی ابتدا اگرچہ تیسری صدی کے آغاز میں ہوئی ہے لیکن پانچویں صدی اس کے اوج شباب کا زمانہ ہے۔ اور یہی وقت غزل کی ترقی کا پہلا نوروز ہے۔

(س) ابتدا میں صنفِ غزل کو کن کن شعرا نے ترقی دی؟

(ج) سب سے پہلے حکیم سنائی نے غزل کو ترقی دی۔ ان کے بعد اوحدی مراغی نے غزل کو جذبات سے لبریز کر دیا۔ یہ بہت بڑے صوفی اور عالم تھے، مدتوں سیاحت کی تھی۔ پھر اصفہان کو وطن بنا لیا۔ اوحد الدین کرمانی سے بیعت کی تھی ان کی مثنوی جام جم مشہور ہے۔ انہوں نے زبان میں نزاکت صفائی روانی اور سلاست بھی پیدا کی۔ ان کے بعد خواجہ فرید الدین عطار، مولانا روم اور عراقی وغیرہ نے غزل کو نہایت ترقی دی۔ لیکن یہ لوگ چونکہ عشق حقیقی کے جاں دادہ تھے۔ اس لئے ان کے کلام میں حقیقت کا پہلو غالب رہتا تھا۔

(س) ہنگامۂ تاتار کے بعد شاعری کے کس صنف کو زیادہ ترقی ہوئی اور کیوں؟

(ج) ہنگامہ تاتار کے بعد غزل کو ترقی ہوئی کیونکہ اس جنگ کی بادِ صرصر نے امن وامان کا شیرازہ ابتر کر دیا۔ اور تمام سلطنتیں اور حکومت برباد ہوگئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قصیدہ کا زور دفعتہً گھٹ گیا۔ نیز چونکہ شجاعانہ جذبات کو زوال آچکا تھا۔ اس لئے صرف درد اور سوز کے جذبات رہ گئے۔ اور اس کا ذریعہ اظہار غزل کے سوا اور کیا ہو سکتا تھا۔

(س) ہنگامہ تاتار کے بعد غزل کو کن کن شعرا نے ترقی دی۔ اور اُن کا مختصر حال لکھو؟

(ج) اسی زمانہ میں شیخ سعدیؒ پیدا ہوئے۔ وہ ایک مدت تک عشق و عاشقی میں بسر کر چکے تھے۔ اخیر اخیر تصوف کے حلقہ میں آئے۔ وہ فطرتاً شاعر تھے۔ زبان خداداد تھی۔ ان باتوں نے مل کر ان کی غزل میں یہ اثر پیدا کر دیا۔ کہ تمام ایران میں آگ لگ گئی۔ اُن کے بعد خسرو اور حسن نے اس شراب کو اور تیز کر دیا۔ ان کے بعد سلمان اور خواجو نے غزل کو ترقی دی۔ لیکن سلمان اور خواجو دونوں تصوف سے محروم تھے۔ اس لئے ان پھولوں میں رنگ تھا بو نہ تھی سلمان اور خواجو کی زندگی ہی میں خواجہ حافظ نے غزل گوئی کے نغمہ کو اس زور سے چھیڑا کہ زمین سے آسماں تک گونج اٹھے۔

(س) خواجہ حافظ کے کلام کی خصوصیات قلمبند کرو؟

(ج) ۱۔ خواجہ حافظ کے کلام میں حُسن بیان خوبیٔ ادا شُستگی اور لطافت سب سے بڑھ کر ہے خواجہ کے برابر فصاحت و بلاغت کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ ان کے مہمات مضامین قناعت۔ گوشہ نشینی۔ دنیا سے اجتناب، واعظوں کی پردہ دری۔ رندی اور مستی ہیں۔ یہ مضامین پانسو برس سے پامال ہوتے آئے ہیں۔ لیکن آج تک خواجہ حافظ کا جواب نہ ہو سکا۔

۲۔ خواجہ صاحب سے پہلے غزل عشقیہ مضامین کے لئے مخصوص تھی۔ مگر خواجہ صاحب نے ایک طرف تو غزل کو یہ وسعت دی کہ اخلاق، فلسفہ، تصوف پند و موعظت، سیاست ہر قسم کے مضامین ادا کئے دوسری طرف یہ خصوصیت بھی ہاتھ سے نہ جانے پائی کہ غزل کے لئے جس قسم کی زبان لطافت، شیرینی اور رنگینی درکار ہے قائم رہی۔ معارف و حقائق کے علاوہ ہر قسم کے ملی۔ تمدنی، معاشرتی سیاسی مسائل خواجہ صاحب نے ادا کئے پھر بھی غزل کی نازک ادائی میں اور لطافت میں فرق نہ آیا۔ گویا کہ خواجہ صاحب نے غزل کو مجموعۂ شاعری بنا دیا۔ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ عرفی نظیری صائب کلیم نے بھی غزل ہی میں تمدنی اخلاقی معاشرتی پند و موعظت ہر قسم کے مضامین ادا کئے مگر غزل کی شان پھر بھی بدستور قائم رہی۔

۳۔ خواجہ صاحب نے جو مضامین ادا کئے سو سو دفعہ بندھ چکے۔ لیکن جو مضمون جس طرح انہوں نے ادا کر دیا ہے اس پر آج تک اضافہ نہ ہو سکا۔

۴۔ فارسی شاعری پر یہ عام اعتراض ہے کہ گو ایک چیز کو ہزاروں دفعہ باندھتے ہیں۔ لیکن بار بار وہی باتیں ہیں اگر ان سب خیالات کو یکجا جمع کر کے اس چیز پر ایک وسیع مضمون تیار کرنا چاہیں، تو نہیں کر سکتے۔ مگر بہ خلاف اس کے خواجہ صاحب نے جن مضامین کو مرکز شاعری قرار دیا۔ ان کا ایک ایک نکتہ اس طرح ادا کیا کہ کوئی پہلو باقی نہیں رہا۔ اب ان سے ان عنوانوں پر مستقل مضمون لکھا جا سکتا ہے۔

۵۔ شاعری کی حقیقت اظہار جذبات ہے۔ یعنی شاعر پر کوئی جذبہ طاری ہوا اور وہ ان جذبات کو اس طرح ادا کرے۔ کہ دوسروں پر بھی وہی اثر ہو۔ خواجہ کے کلام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ جذبات کے اظہار میں اس سے بڑھ کر جوش کا اظہار نہیں ہو سکتا۔

(س) خواجہ حافظ کے بعد غزل کی کیا حالت ہوئی؟

(ج) خواجہ صاحب کے بعد اصول ارتقا کے خلاف غزلیات شاعری کی ترقی ڈیڑھ سو برس تک رُک گئی۔ لیکن ارتقا میں اتفاقی سکون ہو جاتا ہے۔ مگر سلسلہ منقطع نہیں ہوتا خواجہ صاحب کے راستہ پر چلنا تو ممکن نہ تھا۔ اس لئے اور اور راہیں نکلیں۔ اسی زمانہ میں حکومت صفویہ کا آغاز ہوا تمام ایران سے طوائف الملوکی مٹ کر وسیع پُر امن سلطنت قائم ہوگئی۔ سو اس عہد میں ماسوائے تصوف کے غزل کی جس قدر طرزیں ممکن تھیں مروج ہوگئیں۔ کیونکہ شیعت کو تصوف سے ضد ہے۔ اور سلاطین وقت اور رعایا شیعہ تھے۔ تاہم تصوف میں کچھ ایسی بات ہے کہ لوگ نقالی کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ شغالی وغیرہ نے اس رنگ میں کہا لیکن یہ نری نقالی اور کاغذی پھول تھے۔

(س) حکومت صفویہ کے بعد غزل کے دور جدید کا آدم کون ہے؟۔ اور اس کے کلام کی کیا خصوصیات ہیں۔

(ج) اس دور جدید کے آدم بابا فغانی ہیں۔ اس کے نمایاں خصوصیات یہ تھے
(۱) کلام میں سادگی اور صفائی تھی۔ کسی بات کو زیادہ پیچ دے کر نہیں کہتے تھے۔ فغانی نے اس طرز کو بدلا۔ اور اس کے پیرووں نے اس وصف کو انتہا تک پہنچا دیا۔
(۲) تشبیہات اور استعارات میں زیادہ جدت پیدا کی۔ (۳) سب سے بڑی خصوصیت فغانی کی اختصار کلام ہے۔ یعنی ایک بڑے وسیع مضمون کو مختصر لفظوں میں ادا کرتا ہے یہ وصف متاخرین کا خاص جوہر ہے۔

(س) ارباب تذکرہ فغانی کے کلام کی مقبولیت کے متعلق کیا لکھتے ہیں جس دربارے اس کا تعلق تھا اس کا مختصر تذکرہ کرو۔

(ج) ارباب تذکرہ لکھتے ہیں کہ اول اول لوگوں کو فغانی کا طرز بیگانہ معلوم ہوا کسی نے کچھ قدر نہ کی۔ اس سے وہ وردربار وں کو چھوڑ کر تبریز میں چلا گیا اور یعقوب

اسکی نشوونما ہوئی۔ جس زمانہ میں دولتِ صفویہ کا آغاز تھا تبریز میں سلطان یعقوب فرمانروا تھا۔ وہ ترک تھا اور سلاطین صفویہ کا حریفِ مقابل ہونے کے ساتھ ہی سخن فہم اور شعرا کا قدر دان تھا۔ چونکہ ظاہری حسن و جمال سے بھی بہرہ ور تھا۔ اسلیئے بعض شعرا اس کے دلدادہ تھے۔ ان میں سے شیخ نجم الدین یعقوب بھی ہیں قاضی مسیح الدین عیسٰی جو بہت بڑے فاضل اور سلطان یعقوب کے صدر الصدور تھے۔ وہ بھی سلطان کے عشاق میں سے تھے۔ سلطان یعقوب جس طرح سلطانِ صفویہ کا حریف تھا۔ اس کا مذاق بھی اُن سے جدا تھا۔ اس لیئے فغانی جو اور درباروں میں مردود تھا۔ یہاں اگر مقبول ہو۔

(س) فغانی کے سلسلہ میں کس شعرا نے زیادہ شہرت حاصل کی؟

(ج) فغانی کے سلسلہ میں عرفی نظیری وغیرہ جو ہندوستان چلے آئے تھے زیادہ شہرت حاصل کی یہاں کے مذاق نے ان میں اور زیادہ رنگینی اور سلاست پیدا کر دی۔

(س) جو شعراخاص ایران کے شمار کئے جاتے ہیں ان کا مختصر حال لکھو۔

(ج) محتشم کاشی شفائی وغیرہ خاص ایران کے شعرا کہلاتے ہیں جنہوں نے نہایت ناموری حاصل کی محتشم کو طہماسپ صفوی اور شاہ عباس کے دربار میں نہایت اعزاز حاصل تھا۔ اکثر مشاہیر شعرا اسی کے تربیت یافتہ ہیں۔ تمام ایرانی تذکرہ نویس اسکا نام بڑے ادب سے لیتے ہیں لیکن انصاف یہ ہے کہ یہ محتشم کی خوش اقبالی ہے۔ ورنہ عرفی اور نظیری کی صف میں وہ حقیر نظر آتا ہے۔ شفائی کا منتخب کلام البتہ نظیری وغیرہ کے لگ بھگ کہا جاسکتا ہے۔

(س) شرف جہاں کا مختصر حال قلمبند کرو۔

(ج) سلطان الجائیتو کے زمانہ میں سید سیف الدین ایک معزز رئیس اور حکمران تھے ان کے نواسے قاضی جہان تھے ان کے بیٹے شرف جہاں نے نہایت فضل و کمال حاصل کیا تھا۔ میر غیاث الدین منصور سے معقولات کی تحصیل کی رفتہ رفتہ طہماسپ صفوی کے دربار میں پہنچے اور سیاہ و سفید کے مالک ہو گئے۔ کربلا میں جو نہر ہے انہی کی بنائی ہوئی ہے۔ یہ

شاعر بھی تھے اور صرف غزل کہتے تھے۔ غزل میں وقوع گوئی یعنی معاملہ بندی گو خسرو اور سعدی کے ہاں خال خال پائی جاتی ہے لیکن انہوں نے اسکو خاص ایک فن بنا دیا ہے۔ ہزار شعر کا دیوان ہے جو سرتاپا اسی انداز میں ہے۔

بہر جا میروم اول حدیث نیکواں پرسم　　کہ صرف آں مہ نامہرباں را درمیاں پرسم

ترجمہ: میں جہاں جاتا ہوں پہلے حسینوں کا حال پوچھتا ہوں کہ اسی ضمن میں معشوق کا حال پوچھ لوں۔

زمدہوشی نہ فہمم ہرچہ گوید آں پری با من　　چو از بزمش روم مضمون آں از دیگراں پرسم

ترجمہ: جو کچھ وہ پری مجھ سے کہتی ہیں مدہوشی کی وجہ سے نہیں سمجھتا ہوں۔ جب اس کی مجلس سے باہر جاتا ہوں تو اس کا مضمون دوسروں سے پوچھتا ہوں۔

(س) کس شاعر کی طرز کلام فغانی کے سے طرز کلام سے زیادہ مقبول ہوئی۔ اور اس زمانہ کے ممتاز شعرا کے اسما مع مختصر حال لکھو۔

(ج) فغانی کے طرز سے شرف جہان کا طرز زیادہ مقبول ہوا۔ اس زمانے کے اکثر ممتاز شعرا اسی انداز میں کہتے تھے۔ ان میں سے مندرجہ ذیل نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ (۱) علی قلی میلی قزلباشی امرائیں سے تھا۔ نہایت خوشرو اور خوش مزاج تھا۔ مدت تک مشہد مقدس میں سلطان ابراہیم کے دربار میں رہا پھر ہندوستان آیا۔ یہاں حسین ثنائی غزالی وحشی وغیرہ سے معرکے رہے مشہور ہے کہ اکبر کے دربار میں غزالی سے مناظرہ ہوا۔ غزالی نے حکمت عملی سے اس کو مغلوب کیا۔ جس کا اس کو اس قدر صدمہ ہوا۔ کہ اسی وقت بخار ہو گیا۔ اور رہا آخر بیمار رہ کر مر گیا۔

(س) ولی کا مختصر حال لکھو؟

(ج) قاین ایران کا ایک صوبہ ہے۔ اس کے مضافات میں ایک مقام ہے وہاں کی خاک سفید ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو دشت بیاض کہتے ہیں۔ ولی یہاں کا رہنے والا تھا میلی اور وحشی کا معاصر تھا اور حریف مقابل بھی۔ ہندوستان میں بھی آیا۔ اس کے کلام میں معاملہ بندی کے ساتھ نہایت سوز و گداز ہے۔

اس کو فارس کا میر تقی سمجھنا چاہیئے۔

(س) وحشی یزدی کا مختصر حال لکھو۔

(ج) وحشی یزدی مشہور شاعر ہے۔ عرفی وغیرہ کا معاصر ہے۔ چونکہ تمام عمر شاہدانِ بازاری کے عشق میں گرفتار رہا اس لئے ہوس پرستی کی وارداتیں بہت پیش آئیں۔ اور اس نے وہ سب ادا کر دیں۔ واسوخت بھی اس کی ایجاد ہے اور اسی پر اس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ آتشکدہ میں لکھا ہے۔ کہ اس نے شراب خوری کی حالت میں جان دے دی۔ یہ غزل مرتے وقت لکھی تھی۔

مگر در من نشان مرگ ظاہر شد کہ مے بینم
عزیزاں را نہانی آستیں بر چشم ترامشب

ترجمہ:۔ شاید مجھ میں موت کی نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں کیونکہ میں آج رات عزیزوں کو پوشیدہ تر آنکھوں پر آستیں دیئے ہوئے دیکھتا ہوں۔

(س) فغانی کے سلسلۂ کلام کا کیا حشر ہوا؟

(ج) فغانی کے سلسلہ میں رفتہ رفتہ خیال بندی مضمون آفرینی دقت پسندی پیدا ہوئی۔ اس کی ابتدا عرفی نے کی ہے۔ ظہوری جلال اسیر، طالب آملی۔ کلیم وغیرہ نے اس طرز کو ترقی دی۔ اور یہی طرز مقبول ہو کر تمام دنیائے شاعری پر چھا گیا۔ چونکہ اس طرز کی بے اعتدالی سخت مضر نتائج پیدا کرتی ہے۔ اس لئے ملک سخن ناصر علی اور بیدل وغیرہ کے قبضۂ اقتدار میں آگیا اور اس طرح ایک عظیم الشان سلسلہ کا خاتمہ ہو گیا۔

(س) اس انقلاب کا غزل پر کیا اثر ہوا؟

(ج) اس انقلاب نے اگرچہ غزل کو نقصان پہنچایا۔ کیونکہ غزل دراصل عشقیہ جذبات کا نام ہے اور اس طرز میں عشقیہ جذبات بالکل فنا ہو گئے۔

لیکن شاعری کو فی نفسہ ترقی ہوئی۔ عرفی نے نہایت بلند فلسفیانہ مسائل ادا کئے کلیم اور صائب نے تخیل کو بے انتہا ترقی دی۔ بعض شعرا نے اخلاق و موعظت کو نہایت خوبی سے ادا کیا۔

(س) یہ تعجب کی بات ہے۔ کہ ایران میں غزل کی ترقی کے جملہ اسباب موجود تھے۔ مگر پھر بھی غزل کی ترقی تین سو برس تک رکی رہی۔ اس کی وجہ بتائیے؟

(ج) چونکہ ایران میں شاعری کا آغاز فطری جوش سے نہیں ہوا بلکہ کسب معاش کی غرض سے ہوا تھا۔ جب ایران میں خود مختار سلطنتیں قائم ہوئیں۔ تو شعرا نے اپنے سلاطین کی مداحی کے لئے شاعری شروع کی۔ اور چونکہ عرب کی تقلید کرتے تھے۔ اس لئے قصائد کی ابتدا میں عشقیہ اشعار بھی کہتے تھے۔ جن کو عربی میں تشبیب یا نسیب کہتے ہیں اور اسی کا دوسرا نام غزل ہے۔ لیکن یہ تقلید تھی اصلی جوش نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ابتدائی شاعری سے کئی سو برس تک دلمیوں، غزنویوں اور سلجوقیوں کی بدولت تمام ملک ایک میدان کارزار بنا رہا۔ اس حالت میں غزل کو کون پوچھتا۔

غزل پر ریویو

(س)۔ فارسی غزل کے جن مصائب پر علامہ شبلی نے روشنی ڈالی ہے۔ انہیں اختصار کے ساتھ معرض تحریر میں لاؤ۔ (پنجاب یونیورسٹی منشی عالم ۱۹۳۶ء)

(ج) علامہ شبلی نے مندرجہ ذیل مصائب پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۔ غزل کا بڑا نقص یہ ہے کہ عشق و محبت کے کسی معاملہ یا واردات مسلسل کا بیان نہیں ہوتا۔ ہر شعر الگ ہوتا ہے۔ اور اس میں کوئی مفرد خیال یا واقعہ ادا کر دیا جاتا ہے۔ عربی اور یورپین زبانوں میں غزل اکثر مسلسل ہوتی ہے۔ جس میں

محبوب کا مفصل سراپا یا وصل و ہجر کی داستان یا کوئی دلچسپ واردات کوئی تفصیلی واقعہ بیان کرتے ہیں۔

۲۔ ایران کا محبوب اکثر شاہد بازاری اور متبذل ہوتا ہے وہ ہر ایک کو ہاتھ آسکتا ہے۔ بخلاف اس کے عربی معشوق عفت و عصمت کا حریم نشین ہے۔ کوئی شخص اُدھر کا رُخ کرے تو خون کی ندیاں بہ جائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ عرب میں پردہ نشین عورتوں سے عشق کرتے تھے۔ اسی وجہ سے عرب کے عاشقانہ جذبات نہایت پُرجوش اور سچے ہوتے ہیں۔ محبوب کی شان اور عفت عشق کو مشتعل کرتی ہے۔ لیکن ابتذال نہیں آنے پاتا۔ یہ بات ایران کو کبھی نصیب نہیں ہوئی۔

۳۔ ایران میں عاشق اپنے آپ کو نہایت ذلیل قرار دیتا ہے۔ اور اپنی ذلت اور خواری بے قدری کو فخر خیال کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کمال عشق اسی کا نام ہے، بخلاف اس کے عرب میں خودداری اور عزتِ نفس کے جذبات ہر حالت میں قائم رہتے ہیں۔

۴۔ چونکہ جن جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ ان میں واقفیت کم ہوتی ہے۔ بلکہ تصنع و مبالغہ بہت ہوتا ہے۔ اس لئے اصلی جوش نہیں ہوتا۔ فارسی عشقیہ اشعار پڑھ کر دل پر کبھی اثر نہیں ہوتا۔ کہ یہ ایک جانباز عاشق کے دِلی جذبات ہیں۔ بخلاف اس کے عرب کا شاعر جو کچھ کہتا ہے۔ اسی حد تک کہتا ہے جس قدر حقیقت ہوتی ہے۔ اسی لئے اس میں جوش اور اثر ہے۔

۵۔ فارسی شاعری میں معشوق حسن و صورت کے لحاظ سے جس قدر بے مثل و بے نظیر ہے اُسی قدر اخلاق کے لحاظ سے دُنیا کے تمام عیوب کا مجموعہ ہے۔ مگر بخلاف اس کے عرب کا معشوق عصمت و عفت کا پُتلا اور مجسمۂ شرافت ہے۔

(س)، غزل کے محاسن قلمبند کرو؟

(ج)، اگرچہ عموماً فارسی غزل گوئی میں سچے جذبات کم نظر آتے ہیں۔ تاہم حضرات صوفیہ کا کلام تمام تر جوش و اثر سے لبریز ہے۔ جو خیالات اور مضامین غزل کے عناصر اصلی ہیں ان غزلوں میں نہایت پُر جوش طریقہ سے ادا ہوئے ہیں

(س)، تصوف کا غزل گوئی پر کیا اثر ہوا؟

(ج)، تصوف نے غزل گوئی کو بلند تر کر دیا۔ کیونکہ عشق کا مبدا حسن ہے اور جس قدر حسن کامل تر ہوگا اسی قدر کشش بھی زیادہ قوی اور سخت ہوگی۔ اور چونکہ حُسن کامل صرف شاہد حقیقی میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے عشق بھی وہی کامل ہوگا جو شاہد حقیقی سے تعلق رکھتا ہو۔ یہی وجہ ہے۔ کہ حضرات صوفیہ کی شاعری میں جو جذبہ اور اثر ہے اوروں کے کلام میں اس کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔ مجازی حُسن نامکمل اور سریع الزوال ہے۔ اس لئے عشق مجازی میں وہ زور وہ استقلال نہیں۔ جو عشق حقیقی کا خاصہ ہے۔ عشقیہ شاعری کا کمال چونکہ عشق حقیقی پر موقوف ہے جو تصوف کے ساتھ مخصوص ہے۔ چونکہ اور زبانوں میں صوفیانہ شاعری کم ہے اس لئے عشقیہ شاعری میں کوئی زبان فارسی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(س)، صوفیانہ شاعری کی خصوصیات قلمبند کرو؟

(ج)، ۱۔ چونکہ تصوف میں جن جذبات کا اظہار کیا جاتا ہے۔ وہ واقعی اور حقیقی ہوتے ہیں اس لئے شاعری میں بھی نہایت جذب اور اثر ہوتا ہے۔ عشق میں سینکڑوں قسم کی وارداتیں پیش آتی ہیں مثلاً محویت شوق۔ جانبازی شکایت انتظار ہجر وصل یہ تمام واردات اور جذبات عام شاعری کے موضوع ہیں لیکن یہی جذبات جب تصوف کی زبان سے ادا ہوتے ہیں تو ان میں نہایت زور اور جوش پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ یہ شبہ ہو سکتا ہے۔ کہ عشق مجازی میں جو واردات

پیش آتی ہیں عشقِ حقیقی میں ان کا کیا موقع ہے۔ شاہدِ حقیقی یعنی ذاتِ باری کون و مکان صورت وشکل سمت اور جہت سے مطلق بری ہے دیدار۔ وصال۔ فراق۔ انتظار۔ شوق محویت۔ جذبات کا کیا محل ہے۔ لیکن واقع یہ ہے۔ کہ عارف پر ذاتی اور صفاتی تجلیات اور مشاہدات میں جو کیفیتیں گذرتی ہیں وہ عشقِ مجازی کی واردات سے بالکل ملتی جلتی ہیں۔ اس لئے اسی قسم کے لیکن زیادہ لطیف اور زیادہ پُرجوش اور پاک جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اور صوفی شعرا انہی کو عام الفاظ میں ادا کرتے ہیں۔

۲۔ صوفیانہ شاعری کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے۔ کہ وہ ان الفاظ اور خیالات سے مبرا ہوتی ہے۔ جو پاکیزگی نزاہت اور تہذیب ومتانت کے خلاف ہیں۔ مثلاً بوس وکنار وآغوش وغیرہ۔ کیونکہ تصوف میں عشقِ حقیقی کا بیان ہوتا ہے اور عشقِ حقیقی کو ان باتوں سے تعلق نہیں۔ جو خیالات مجاز کے پیرائے میں ادا کئے جاتے ہیں۔ وہ وہیں تک محدود رہتے ہیں۔ جہاں تک تشبیہ واستعارہ کے ذریعے سے عشقِ حقیقی پر بھی محمول کئے جا سکتے ہیں اور آلودگی کی حد تک نہیں پہنچتے

(س) عشق کی حقیقت اور اس کے آثار معرضِ تحریر میں لاؤ۔

(ج) عشق کی فطری کشش ہے، جو انسان میں پائی جاتی ہے۔ وہ اگر دل میں ایک خاص ذوق وشوق پیدا کرتا ہے۔ دل میں ایک کرید اور تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ زبان سے خود بخود پُرجوش الفاظ نکلتے ہیں عشق کی منزل اگرچہ دُور ودراز ہے تمام عمر صرف کرنے پر بھی راہ طے نہیں ہوتی سینکڑوں نئی نئی وارداتیں اور مقامات پیش آتے وہیں رنج ومسرت، جوش وضبط وصل وہجر، گلہ وشکر وصبر وبے قراری مستی وہشیاری ان سب مرحلوں میں سے گذرنا ہوتا ہے لیکن کوئی حالت لطف ومزہ سے خالی نہیں ہوتی۔ عشق دلیرانہ جذبات یعنی جانبازی جان نثاری، عزم ثبات پامردی استقلال ایثار نفس پیدا کرتا ہے۔ تمام اخلاق

ذمیمہ کو اخلاق شریفہ سے مبدل کر دیتا ہے۔ ہر قسم کی خود پرستی، خود بینی غرور و تکبر، مال و دولت کی طمع کو مٹا دیتا ہے عشق اور ہوس شاہد بازی اور رندی بظاہر اگرچہ ہم صورت ہیں لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ عشق کی پہلی شرط وحدت اور دوام ہے۔

(س) کیا وجہ ہے کہ جیسے اشعار ایرانیوں نے گوناگوں نیرنگیوں اور نزاکت کے ساتھ کہے کسی اور نے نہیں کہے؟

(ج) عشق کتنا ہی تیز ہو لیکن اگر معشوق بت تصویر ہے تو شوق اور جذبات سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔ اب چونکہ محبوب ادا شناس سخن فہم اور عشق اور عاشقی کی اداؤں کے نکتہ دان ہونے لگے۔ اس لئے خود بخود عشاق کی طبیعت میں شوق آرزو تمنا کے اظہار کے نئے نئے جذبات ابھرتے تھے اور زبان سے شعر ادا ہوتے تھے۔ دنیا کی کسی قوم نے عشق کے جذبات و معاملات اس نزاکت و گوناگوں نیرنگی کے ساتھ کبھی ادا نہیں کئے۔ اس کی یہی وجہ ہے۔ کہ اور قوموں کو ایسے معشوق ہاتھ نہیں آئے۔

صوفیانہ شاعری

(س) تصوف کا فارسی شاعری پر کیا اثر ہوا۔

(ج) فارسی شاعری اس وقت تک قالب بے جان تھی۔ جب تک کہ اس میں تصوف کا عنصر شامل نہیں ہوا۔ شاعری اصل میں اظہار جذبات کا نام ہے۔ تصوف سے پہلے جذبات کا سرے سے وجود ہی نہ تھا۔ قصیدہ مداحی اور خوشامد کا نام تھا۔ مثنوی واقعہ نگاری تھی۔ غزل زبانی باتیں تھیں۔ تصوف کا اصلی مایہ خمیر عشق حقیقی ہے۔ جو سرتا پا جذبہ اور جوش ہے۔ عشق حقیقی کی بدولت

عشق مجازی کی بھی قدر ہوئی۔ اور اس آگ نے تمام سینہ و دل گرما دیئے۔ اب زبان سے جو کچھ نکلتا تھا گرمی سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ ارباب دل ایک طرف اہل ہوس کی باتوں میں بھی تاثیر آگئی۔

(س) سب سے پہلے صوفیانہ خیالات کس نے ادا کئے، اُن کا مختصر حال قلمبند کرو؟

(ج) سب سے پہلے صوفیانہ خیالات حضرت سلطان ابوسعید ابوالخیر نے ادا کئے وہ شیخ بوعلی سینا کے معاصر تھے، ان سے اور شیخ سے اکثر مراسلت رہتی تھی شیخ مشکل مسایل اُن سے دریافت کرتا تھا اور وہ جواب دیتے تھے، یہ مراسلات آج بھی موجود ہیں۔ وہ ابتدائی حال میں ۴۰ برس تک مجذوب رہے۔ سلوک میں آئے تب بھی جذب کا اثر باقی تھا۔ ۴۴۰ھ میں وفات پائی۔

(س) سلطان ابوسعید ابوالخیر کے بعد تصوف کو کس کس نے ترقی دی؟

(ج) سلطان کے بعد حکیم سنائی نے اس باغ کی آبیاری کی۔ وہ ابتدا میں قصیدہ گو تھے، اور شاعری میں ان کی زبان خوب صاف ہو چکی تھی، چونکہ دل قابل تھا۔ اس لئے ایک مجذوب کے تنزیہ فقرے نے دنیا سے اُن کو دفعتاً بیزار کر دیا۔ اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر صوفی بن گئے۔ شاعری اور علم و فضل کا سرمایہ پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے صرف صوفیانہ جذبات نہیں بلکہ تصوف کے مسائل بھی ادا کئے۔

اس زمانہ میں امام غزالی کی بدولت فلسفہ منطق اور علم کلام نصاب میں داخل ہو گیا تھا۔ شیخ بوعلی فارمدی جو امام غزالی کے پیر تھے۔ حکیم سنائی کے دادا پیر تھے۔ اس رشتہ سے سنائی امام غزالی کے بھتیجے تھے، یہ بھی اس بات کا سبب ہوا ہوگا۔ کہ سنائی کو علم کلام کے ساتھ خاص لگاؤ تھا۔ اس نے تصوف میں دو

کتابیں لکھیں حدیقہ۔ سیر العباد۔ حدیقہ چھپ گئی ہے۔ اور سیر العباد کے معتدبہ اشعار مجمع الفصحا میں منقول ہیں۔ حدیقہ میں تصوف کے اکثر مقامات مثلاً صبر۔ رضا۔ توکل۔ قناعت وغیرہ کے مستقل عنوان قرار دیئے ہیں۔ اور ان کی حقیقت بتائی ہے۔ لیکن چونکہ تصوف سے پہلے علم کلام کا زیادہ اثر غالب تھا۔ اس لئے شورش انگیز مباحث بھی شامل کر دیئے ہیں۔ مثلاً امیر معاویہ کی لعن طعن کا بھی ایک عنوان ہے۔ حالانکہ جس دل میں محبت کا گھر ہو۔ اس میں دشمنی کی خواہ وہ کسی کی ہو کہاں گنجائش ہے۔

سیر العباد میں اس قسم کے عنوانات ہیں نفس ناطقہ۔ مراتب نفس انسانی گوہر خاک جوہر باد۔ جوہر آب۔ ارباب ظن۔ اہل رضا وغیرہ۔ ان مضامین پر نہایت خوبی سے لکھا ہے۔ سنائی نے ۵۲۵ھ میں وفات پائی۔

(س) حکیم سنائی کے بعد جن شعرا نے تصوف کو ترقی دی ان کا مختصر حال بتاؤ؟

(ج) سنائی کے بعد اوحد الدین کرمانی المتوفی ۵۳۶ھ نے تصوف میں مصباح الارواح لکھی۔ اسی زمانہ میں ان کے مرید اوحدی اصفہانی بڑے صوفی شاعر پیدا ہوئے۔ چھ، سات ہزار اشعار کا دیوان ہے۔ ان کی غزلیں سلاست اور صفائی میں تمام پیش رووں سے مختلف ہیں۔ یہ مشہور شعر انہی کا ہے

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

مثنوی جام جم ان کی مشہور تصنیف ہے۔ یہ بحر خفیف یعنی حدیقہ کی بحر میں ہے۔ اور حدیقہ سے زیادہ فصیح اور سلیس ہے۔

حکیم سنائی کے بعد حضرت خواجہ فرید الدین عطار نے اس شاعری کا دائرہ نہایت وسیع کر دیا۔ ان کی بدولت قصیدہ رباعی۔ غزل تمام اصناف سخن تصوف سے

مالامال ہوگئے ان کے اشعار کی تعداد لاکھ سے زیادہ ہے۔ مثنویاں کثرت سے ہیں۔ جن میں منطق الطیر زیادہ مشہور رہے۔ وحدت وجود کا مسئلہ بادۂ تصوف کا نشہ ہے۔ خواجہ صاحب پر یہ نشہ بہت چھایا ہوا ہے۔ اور اس دور میں انہوں نے سب سے زیادہ اس راز کو فاش کیا ہے۔ خواجہ صاحب کے کلام میں حیرت کے مضامین بھی کثرت سے ہیں۔ یہ مقام جب عارف پر طاری ہوتا ہے۔ تولا اور یہ بن جاتا ہے۔

(س) خواجہ حافظ کے بعد صوفیانہ شاعری کی ترقی کے کیا اسباب پیدا ہوئے؟

(ج) مندرجہ ذیل اسباب تھے جن کی وجہ سے صوفیانہ شاعری کو ترقی ہوئی

۱۔ تاتاریوں کے ہنگامہ نے جو اسی زمانہ میں ہوا تمام اسلامی دنیا کو زیروزبر کردیا۔ اینٹ سے اینٹ بج گئی۔ مشرق سے مغرب تک سناٹا ہوگیا۔ تصوف کی بنیاد دنیا و مافیہا کی بے قدری اور بے حقیقتی ہے۔ یہ سب آنکھوں سے نظر آگئی۔ اس حالت میں جو دل متاثر ہوئے اور قابل تھے ان کو خدا سے زیادہ لوگی۔ انابت خضوع۔ تضرع رضا بالقضا۔ توکل جو تصوف کے خاص مقامات ہیں خود بخود دل پر طاری ہوئے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جس کثرت سے صوفی شعرا اس زمانہ میں پیدا ہوئے کبھی زمانہ میں نہیں ہوئے۔ مولانا روم۔ سعدی اوحدی عراقی سب انہی اسباب کے نتائج ہیں۔

۲۔ ایک بڑا سبب صوفیانہ شاعری کی ترقی کا یہ ہوا۔ کہ تصوف میں ابتدا ہی سے اخلاق کے مسائل شامل ہوگئے تھے۔ کیونکہ تصوف کو اخلاق سے ایک خاص تعلق ہے۔ اس لئے فن اخلاق اس زمانہ میں نہایت وسیع ہوگیا۔ احیاء العلوم نے اس فن کے دقیق اسرار عام کردیئے تھے۔ محقق طوسی نے اخلاق ناصری میں ارسطو کی فلسفیانہ اخلاق ادا کئے اس کے اثر سے شاعری میں اخلاق کا ایک

سرمایہ مہیا ہوگیا۔ اور یہ سب تصوف کے حصہ میں آیا چھٹی صدی میں فلسفہ کا عام رواج ہوا۔ اور مذہبی گروہ میں بھی فلسفہ کی کتابیں درس میں داخل ہوگئیں۔ چنانچہ اس دور کے جس قدر علما ہیں فلسفہ سے بھی آشنا ہیں۔ صوفیا کے گروہ میں مولانا روم اور شیخ محی الدین اکبر فلسفہ کے پورے ماہر تھے، اس لئے خود بخود ان کی تصنیفات میں فلسفہ کا امتزاج ہوگیا۔ تصوف کے اکثر مسائل کی سرحد فلسفہ سے ملتی ہے۔ مثلاً وجود باری۔ وحدت وجود۔ جبر و اختیار حقیقت روح وغیرہ۔ اس لئے ان مسائل میں فلسفہ کا اثر آنا ضروری تھا۔ غرض اب تصوف اور صوفیانہ شاعری اس طرح فلسفہ سے ممزوج ہوگئی جس طرح اس زمانہ کا علم کلام طبیعات اور فلکیات سے مملو ہے۔ ان اسباب سے صوفیانہ شاعری زیادہ وسیع۔ دقیق اور زیادہ عمیق ہوگئی۔

(س) خواجہ حافظ کے عہد کے بعد کے چند ایک صوفی شعرا کا مختصر حال لکھو؟

(ج) اس عہد کے مشہور صوفی شعرا ہیں عراقی سعدی۔ مولانا روم ہیں۔ عراقی نے بہاؤ الدین ذکریا ملتانی سے تعلیم پائی تھی۔ ۶۸۸ھ میں بمقام دمشق ان کا انتقال ہوا۔ ان کا دیوان چھپ گیا ہے۔ ایک مثنوی بھی ان کی تصنیف ہے۔ جس کا نام دہ فصل ہے۔ غزل میں دقیق خیالات نہیں صرف عاشقانہ جذبات ہیں۔ اکثر وحدت وجود کے مسئلہ کو صاف تمثیلوں میں ادا کرتے ہیں۔ ان کے بعد محمود شبستری امیر خسرو۔ حسن صوفیانہ شاعری میں مشہور ہوئے۔ لیکن خسرو اور حسن کے کلام میں مجاز کا رنگ اس قدر غالب ہے۔ کہ ان کی شاعری کو عشقیہ شاعری کہنا زیادہ موزوں ہے۔ محمود شبستری شبستر کے رہنے والے تھے جو تبریز سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ ہے۔ وہ علوم عقلی اور نقلی کے

جامع تھے۔ ان کی مثنوی گلشن راز تصوف کی مشہور کتاب ہے۔ ان کی ایک
اور مثنوی حدیقہ کی بحر میں ہے ۷۲۰ھ میں وفات پائی۔ اس دور کے بعد اور بہت
سے صوفی شاعر پیدا ہوئے۔ جن میں شاہ نعمت اللہ ولی المتوفی ۸۳۴ھ ہجری
مغربی المتوفی ۸۰۹ھ جامی المتوفی ۸۹۸ھ زیادہ مشہور ہیں۔ شاہ نعمت اللہ
میں شاعری کم ہے۔ مغربی کا کلام سرتاپا وحدت کا بیان ہے۔ چونکہ تخیل اور جدت
کم ہے اس لئے طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ جامی نے بہت کہا اور تصوف کا بہت
بڑا ذخیرہ تیار کر دیا۔ سلسلۃ الذہب میں اکثر مقامات تصوف کی نہایت تفصیل
سے تشریح لکھی ہے۔ لیکن اس میں شاعری نہیں۔ بلکہ تصوف کے مسائل منظوم
ہیں۔ جس طرح نام حق فقہ میں ہے۔ غزلوں میں بھی تصوف کا رنگ ہے۔ اور
شاعری سے غالب ہے۔

(س) جامی کے بعد صوفیانہ شاعری کو کیوں زوال آ گیا؟

(ج) جامی کے بعد صفویہ کا آغاز ہوا۔ اور طوائف الملوکی مٹ کر تمام ایران
میں ایک عالمگیر سلطنت قائم ہو گئی۔ صفویہ شیعہ تھے۔ اس لئے دفعتہً صوفیانہ
شاعری کو زوال آ گیا۔

(س) تصوف کا شاعری پر کیا اثر ہوا؟

(ج) تصوف نے شاعری پر گوناگوں اثر کئے۔

۱۔ صوفی شعرا دنیا طلبی سے آزاد تھے اس لئے قصیدہ گوئی جو سرتاپا خوشامد
تھی موقوف ہو گئی مولانا روم عراقی مغربی سحابی ان لوگوں کے دیوانوں میں قصاید
بالکل نہیں ہیں جامی نے بہت سے قصیدے لکھے لیکن امرا کی مدح میں بہت کم
زبان آلودہ کی۔

۲۔ مثنوی کے لئے یہ لازمی تھا۔ کہ حمد و نعت کے بعد بادشاہ وقت کا نام

لیا جائے۔ اور جب نام آیا تو نام کے ساتھ اس کے لوازمات یعنی مداحی و بادخوانی بھی ضروری تھی۔ صوفی شعرا نے یہ داغ مٹا دیا۔ مثنوی مولانا روم منطق الطیر وغیرہ سلاطین کے ذکر سے خالی ہیں۔

۳۔ دور اول کے ختم ہوتے ہوتے سوسائٹی کی خرابی سے زبان نہایت مخش ہوگئی تھی۔ سوزنی انوری وغیرہ کی فحاشی نے زبان کو سخت نجس کر دیا تھا۔ تصوف کی بدولت زبان مہذب اور شائستہ ہوگئی ابتدا میں تو کچھ کچھ پچھلے آثار نظر آتے ہیں۔ مثلاً مثنوی مولانا روم میں بعض بعض حکایتیں مخش ہیں۔ گلستان بھی اس آلودگی سے مبرا نہیں لیکن رفتہ رفتہ یہ داغ مٹ گیا۔ خواجہ۔ حافظ۔ عراقی مغربی۔ اوحدی۔ کا کلام بالکل بے داغ ہے۔ یہاں تک کہ آگے چل کر گو تصوف خود نہیں رہا لیکن زبان کی شائستگی قائم رہی۔ عرفی نظیری طالب آملی۔ ولی میلی۔ اہل ہوس میں سے ہیں لیکن ان کے کلام میں حرف بھی خلاف تہذیب نہیں۔

۴۔ عام قاعدہ ہے۔ کہ جب شاعری میں عاشقانہ خیالات آتے ہیں تو بہت جلد ہوا و ہوس کی طرف منجر ہو جاتے ہیں۔ عاشقانہ شاعری چھٹی صدی میں شروع ہوئی اور چونکہ ایران کو رندی اور عشق پرستی سے خاص مناسبت ہے۔ اس لئے احتمال تھا۔ کہ بہت جلد اس کے خمیر میں عفونت آجائے۔ لیکن تصوف نے کئی سو برس تک اس کی لطافت میں فرق نہ آنے دیا۔ یہ تصوف کا اعجاز تھا کہ وہ الفاظ جو رندی اور عیاشی کے لئے خاص تھے۔ حقائق و اسرار کے ترجمان بن گئے۔

۵۔ تصوف کے ذریعہ فلسفہ شاعری میں شامل ہوگیا۔

۶۔ تصوف کا اصلی مقام عشق و محبت ہے۔ اس عالم میں دوست و دشمن

کی تمیز جاتی رہتی ہے۔ ہر چیز میں اسی کا جلوہ نظر آتا ہے۔ ہر چیز سے محبت کی بو آتی ہے۔ ہر چیز کی طرف دل کھنچتا ہے۔ تمام عالم ایک معشوق بن کر نظر آتا ہے۔ اور دُنیا کی مکروہات اور مخالف چیزیں معشوق کی دلدارانہ ادائیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس کا اخلاق پر اچھا اثر پڑا۔ فقہا اور علمائے ظاہر نے اختلافِ خیالات کی بنا پر جو دشمنی پھیلائی تھی۔ اور جس کی بدولت نہ صرف غیر مذاہب بلکہ خود اسلامی فرقوں میں ایک ابدی جنگ قائم ہوگئی تھی۔ وہ حالت بدل گئی۔ عام محبت اور ہمدردی کے خیالات پھیل گئے ؎

در حیرتم کہ دشمنی کفر و دین چرا است
از یک چراغ کعبہ و بتخانہ روشن است

۷۔ تصوف کے مقامات میں سے اکثر مقامات ایسے ہیں۔ جن سے جذبات کو تعلق ہے۔ مثلاً رضا۔ فنا۔ محویت۔ وحدت۔ استغراق اس لئے ان مقامات کے ادا کرنے میں خود بخود کلام کرنے میں زور اور جذبہ اور اثر پیدا ہوتا ہے۔ اور یہی چیزیں شاعری کی روح ہیں۔

۸۔ تصوف نے بہت سے نئے الفاظ اصطلاحات تلمیحات زبان میں داخل کر دیئے۔ جن میں سے ایک ایک لفظ نے بہت سے گوناگوں خیالات کے لئے راستہ پیدا کر دیا اور اس طرح شاعری کو نہایت وسعت حاصل ہوگئی۔ مثلاً۔ حال۔ خرابات سالک قلندر وغیرہ

۹۔ ایک مدت سے شخصی حکومت کے تسلط اور اثر نے عام طبیعتوں میں عزت نفس کا خیال مٹا دیا تھا۔ معمولی خط و کتابت میں لوگ اپنی نسبت بندہ۔ اور حقیر وغیرہ الفاظ لکھتے تھے بادشاہ کے سوا ہر ایک شخص گویا ماں کے پیٹ سے ہی غلام پیدا ہوتا تھا۔ کسی کو خودداری نہ عزت نفس اپنی عزت آپ کرنے کا

خیال نہیں آسکتا تھا۔ سلاطین اور امراسے دنیا ان کے آگے غلامانہ تعظیم بجالانا کوئی عیب نہ تھا۔ تصوف میں چونکہ انسان کو اشرف المخلوقات اور عالم اکبر مانا جاتا ہے۔ اس لئے صوفیانہ شاعری نے عزت نفس کا خیال پیدا کیا۔ تصوف نے بتایا کہ زمین آسمان کون ومکان سب انسان کے آگے ہیچ ہیں۔ تصوف نے بتایا۔ کہ فرشتے اور افلاک انسان کا مرتبہ پہنچاننے کے قابل نہیں یہ بات اگرچہ مقامات تصوف سے تعلق رکھتی ہے۔ تاہم اس کا پرتو اخلاق اور شاعری پر بھی پڑا۔ اور صوفیانہ شاعری میں زبان بدل گئی۔ اور انسان اس قدر ذلیل نہ رہا جس قدر سمجھا جاتا تھا۔

اخلاقی شاعری

(س) اخلاقی شاعری پر کتنی حیثیتوں سے نظر کی جاسکتی ہے؟

(ج) اخلاقی شاعری پر تین حیثیتوں سے نظر کی جاسکتی ہے۔

(۱) ابتدا اور نشوونما (۲) وسعت (۳) معیار کمال۔

(س) اخلاقی شاعری کی بنیاد مستقل طور پر کس نے ڈالی مع مختصر حال بیان کرو؟

(ج) اخلاق کے جستہ جستہ عنوان پند وموعظت کے طریقہ پر ابتدا ہی سے شعرا کے کلام میں آجاتے تھے۔ لیکن مستقل لٹریچر کی بنیاد بدایعی بلخی نے ڈالی۔ بدایعی صاحب کا نام محمد بن محمود بلخی ہے۔ وہ سلطان محمود کے زمانہ میں تھا۔ نوشیرواں نے مسائل اخلاق کے متعلق اپنے خیالات قلمبند کرا دیئے تھے۔ جو پندنامہ کے نام سے موسوم ہیں۔ اور فارسی علم وادب کی بہترین یادگار خیال کئے جاتے ہیں۔ بدایعی نے اس کو نظم کا جامہ پہنایا۔ اور اس کے بعد اخلاقی

شاعری روز بروز ترقی کرتی گئی۔

(س) اخلاقی شاعری کی ترقی کے اسباب بیان کرو؟ (منشی علم پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۱ء)

(ج) اخلاقی شاعری کی ترقی کے مندرجہ ذیل اسباب تھے۔

۱۔ تصوف کو اخلاق سے نہایت قریب تعلق ہے۔ اس لئے صوفیانہ شاعری کا بڑا حصہ اخلاقی شاعری کے حصہ آیا۔

۲۔ اکابر شعرا مثلاً سنائی نظامی سعدی محض شاعر نہ تھے بلکہ صوفی اور عارف بھی تھے اس لئے ان کی شاعری کا اخلاق سے خالی ہونا ناممکن تھا۔ ان اسباب سے اخلاقی شاعری کا جو بے پایاں ذخیرہ پیدا ہوا۔ اس کا اندازہ اس سے کرنا چاہئے کہ نظامی نے مخزن اسرار تصوف اور اخلاق میں لکھی۔ اس کے تتبع میں سینکڑوں مثنویاں لکھی گئیں جن میں زیادہ تر اخلاقی مسائل ہی ہیں۔

(س) ایران کی اخلاقی شاعری پر عموماً یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے بجائے ترقی کے پستی اور بے قاعدگی کی طرف میلان ہوتا ہے۔ اس اعتراض کا مدلل جواب لکھو۔ (منشی عالم پنجاب یونیورسٹی ۱۹۳۲ء)

(ج) شعرائے ایران کے فلسفہ اور اخلاق پر عموماً جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کہ اس سے بجائے ترقی کرنے کے پستی اور بے قاعدگی کی طرف میلان ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو مسائل بار بار مختلف پیرایوں میں ادا کئے جاتے ہیں۔ یعنی ترک دنیا۔ قناعت۔ توکل۔ حلم۔ انکساری عفو۔ خاکساری۔ تواضع وغیرہ جود وسخا ان میں کچھ باتیں پست ہمتی پیدا کرنے والی ہیں کچھ اعتدال سے متجاوز ہیں کچھ اصول تمدن کے خلاف ہیں۔ شاید اسی تعلیم کا اثر ہے۔ کہ ان ملکوں میں کبھی حریت و آزادی کا خیال ہی نہیں ہوا۔ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ اس زمانہ میں اخلاقی تعلیم کا معیار اس قدر بلند نہ تھا۔ اور شخصی حکومت میں اس سے زیادہ

بلند ہو بھی نہ سکتا تھا۔ لیکن یہاں ایک غلط فہمی بھی ہے۔ اخلاقی مسائل کا جو مجموعہ آج موجود ہے۔ اس کی نسبت لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ ان میں سے کیا چیز کس موقعہ کی ہے حلم و تواضع کی تعلیم بے شبہ عام آدمیوں میں مردنی اور افسردگی پیدا کرتی ہے لیکن غور کرو۔ ایشیائی ملکوں میں خودسر سلاطین اور امرائے جبروت و اقتدار نخوت و جاہ کے مجسمے ہوتے تھے، اور اسی وجہ سے کسی کو ان سے کہنے سننے کی جرأت نہیں ہوسکتی ہے۔ ہمارے اخلاقی واعظ اس نکتہ سے بخوبی واقف ہیں۔ کہ ان اوصاف کے مخاطب امرا ہیں غربا نہیں ؎

تواضع ز گردن فرازاں نکوست
گدا گر تواضع کند خوئے اوست

ترجمہ:- مغروروں کے لئے تواضع کرنا بہتر ہے اور اگر فقیر کرے تو وہ اس کی عادت ہے جن ملکوں میں تحصیل معاش جاہ و عزت دولت و اقتدار حاصل کرنے کے لئے خوشامد دربارداری جوڑتوڑ سازش کے بغیر چارہ نہ ہو۔ وہاں قناعت گوشہ نشینی کم طلبی کی تعلیم سے بڑھ کر کیا تعلیم ہوسکتی ہے۔ جو [illegible]ات اس زمانہ میں موجود تھے آج پیش آئیں تو یورپ کے حکما بھی وہی ہدائتیں کریں گے۔ جو آج سے کئی سو برس پہلے فرمانے کی تھیں۔

(س) آزادی کی تعلیم کی کیوں ضرورت تھی اور شعرا نے اس کے متعلق کیا کیا؟

(ج) ہر قسم کی عمدہ تعلیم عمدہ تربیت عمدہ اخلاق اس پر موقوف ہیں۔ کہ انسان محسوس کرے کہ وہ اپنے افعال و اقوال میں آزاد اور خود مختار ہے لیکن شخصی حکومتوں میں ہر شخص کو نظر آتا ہے۔ کہ جو کچھ ہے بادشاہ ہے۔ وہ کوئی چیز نہیں۔ اس لئے انسان کے تمام سچے جذبات مر کر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے

سب سے مقدم یہ ہے۔ کہ حکومت کی جباری کا اثر کم کیا جائے۔ اس امر میں ایران صرف شعرا کا ممنون ہے۔ ایران بلکہ کل ایشیائی ممالک میں ہر در و دیوار سے حکومت پرستی کی صدائیں آتی ہیں۔ بادشاہ خدا کا سایہ ہے۔ مَن اکرمہ اکرمہ اللہ و من اہانہ اہانہ اللہ ان فقروں نے مذہبی حیثیت حاصل کرلی تھی۔ اور ہر جمعہ کو یہ صدا آسمانی صدا بن کر ہزاروں لاکھوں کانوں میں پڑتی تھی۔ اس آواز کے مقابلہ میں کوئی مخالف صدا بلند کرنا آسان نہ تھا لیکن شیخ سعدی نے اپنے بادشاہ وقت کو مخاطب کرکے کہا ؎

خزائن پر از بہر لشکر بود نہ از بہر آئین و زیور بود
چو دشمن خر روستائی برد ملک باج و دہ یک چرا مے خورد

انکیانو چنگیز خاندان کی یادگار اور بادشاہ وقت تھا۔ شیخ اس سے خطاب کرکے کہتے ہیں ؎

سعدیا چندانکہ میدانی بگو حق نشاید گفتن الا آشکار
ہر کرا خوف و طمع در کار نیست از خطا باکش نباشد وز تتار

(س) سلاطین وقت کی جبریت کو کم کرنے کے لئے کیا کیا طریقے اختیار کئے جاتے تھے؟

ج۔ بار بار بادشاہوں کے مقابلہ میں اس زمانہ کے حالات کے لحاظ سے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کئے جاتے تھے۔

۱۔ بادشاہوں کو تواضع حلم انکساری کی تعلیم دی جائے۔

۲۔ ثابت کیا جائے کہ بادشاہت کا مقصود رعایا کی راحت و آرام ہے۔ اور سلطنت کی آمدنی بادشاہ کا حق نہیں بلکہ قوم کی ملک ہے۔

۳۔ بادشاہوں کے مقابلہ میں حق گوئی اور آزادی کی موثر مثالیں پیش کی جائیں۔

۴۔ خود سلاطین کی زبان سے ان خیالات کا اعتراف کیا جائے۔

۵۔ حکومت اور سلطنت کی بے ثباتی اور بے استقلالی مختلف پیراؤں میں ادا کی جائے
۶۔ نوکری اور ملازمت کی برائی بیان کی جائے۔
۷۔ پبلک کو ترک خوشامد احسان پذیری درباداری جوڑ توڑ اور سازش کی ترغیب اور قناعت۔ گوشہ نشینی کم طلبی عزت نفس کی تعلیم دی جائے۔ شعرا نے یہ تمام نہایت موثر طریقہ سے ادا کیں اور اس کا خاطر خواہ اثر پڑا۔

فلسفیانہ شاعری

(س) فارسی شاعری میں فلسفہ کے سرمایہ کے کتنے حصے ہیں۔ اور شاعری میں فلسفہ کیونکر داخل ہوا؟

(ج) ۱۔ تصوف۔ ۲۔ الٰہیات و نبوات۔ ۳۔ اخلاق
شاعری میں فلسفہ تصوف کی راہ سے آیا۔ چونکہ اکثر تصوف کی سرحد فلسفہ سے ملتی ہے۔ اس لئے صوفی شعرا فلسفہ کے مسائل بھی ادا کیا کرتے تھے۔ امام غزالی کی بدولت فلسفہ کو عام رواج ہوا۔ صوفیہ میں اکثر علما مثلاً مولانا روم۔ سعدی۔ سنائی نے صوفی ہونے کے بعد فلسفیانہ خیالات سے قالب بدل دیا اور تصوف کے پیرایہ میں ادا ہوا

(س) سب سے پہلے صوفیانہ خیالات کس نے داخل کئے اس کا مختصر حال لکھو؟

(ج) سب سے پہلے ناصر خسرو نے فلسفیانہ خیالات کو شاعری میں داخل کیا۔ وہ فرقہ اسمٰعیلیہ میں سے تھا۔ جو اس بات کے قایل ہیں۔ کہ شریعت کے دو رخ ہیں۔ ظاہر۔ باطن۔ باطن جو صرف امام وقت سمجھ سکتا ہے۔ اور وہ ہی مقصود اصلی ہے اس فرقہ کا دستور تھا کہ جب کسی کو اپنے طریقہ میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ تو قرآن اور حدیث کے منصوصات اور احکام کے متعلق اس کے دل میں شکوک پیدا کر دیتے تھے۔ مثلاً یہ کہ روزہ سے کیا فائدہ۔ غسل جنابت کے کیا معنی۔ حجر اسود

کو چومنا اور رمی اجار کرنا بظاہر بے سود ہے۔ جب یہ شبہے دل میں جگہ پکڑ لیتے ہیں۔ اور وہ تسکین چاہتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ رمز کی باتیں ہیں۔ ان کو امام وقت کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ امام کے ہاتھ پر بیعت کی جائے تو یہ مسایل حل ہوتے ہیں ناصر خسرو کی شاعری کا بڑا عنصر اسی قسم کے خیالات ہیں۔ وہ افلاک اور ستاروں کے قدیم ہونے کا قایل تھا۔ اور ستاروں کو ذی روح اور مدبر عالم مانتا تھا۔ اور یہ باتیں اس نے بکثرت بیان کی ہیں۔ ناصر خسرو کا دیوان چھپ گیا ہے۔ اگرچہ اس میں فلسفہ کے بہت سے مسایل ہیں لیکن انداز بیان شاعرانہ نہیں۔

(س) نظامی کا مختصر حال لکھو؟

(ج) نظامی نے ناصر خسرو کے بعد فلسفیانہ شاعری کو ترقی دی۔ سکندر نامہ بحری میں حکمائے یونان کے علمی مباحثے تفصیل سے لکھے ہیں۔ اور اس خوبی سے ان کو ادا کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو شاعرانہ انداز بیان ہاتھ سے نہیں جاتا۔ دوسری طرف اکثر فلسفیانہ اصطلاحیں جو عربی زبان کے ساتھ مخصوص تھیں فارسی میں آ گئیں۔

(س) نظامی کے بعد فلسفیانہ شاعری کی کیا حالت ہوئی؟

(ج) نظامی کے بعد فلسفیانہ خیالات عام ہو گئے۔ لیکن تاتاریوں اور تیمور کے حملوں کی وجہ سے تین سو برس تک ایران میں امن و امان نصیب نہ ہو سکا اس لئے فلسفیانہ شاعری کی رفتار رک گئی۔ صفویہ کا دور آیا۔ تو گھر گھر فلسفہ پھیل گیا۔ اور اب گو فلسفہ کی حیثیت سے کسی نے شاعری نہیں کی لیکن اکثر شعرا جو کہتے تھے فلسفیانہ رنگ میں ہوتا تھا۔ خصوصاً سحابی۔ عرفی۔ نظیری جلال اسیر کے کلام میں ہر جگہ فلسفہ کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور فلسفیانہ الفاظ بکثرت زبان میں داخل ہو گئے۔ جن کو اگر جمع کیا جائے تو فلسفہ کا ایک مختصر سا